ووٹ کی شرعی حیثیت:ایک معاصرانہ نقطہ نظر

STATUS OF VOTE IN SHARIAH: A COMPARATIVE POINT OF VIEW

ڈاکٹر محمد شہاب اشرف*

ڈاکٹر سیف اللہ بھٹو**

DOI: 10.6084/m9.figshare.4518998
Link: https://dx.doi.org/10.6084/m9.figshare.4518998.v1

ABSTRACT:

Voting is can be defined as: A formal expression of opinion or choice, either positive or negative, made by an individual or Body of individuals or collective expression of will as inferred from a number of votes, or to express or signify will or choice in a matter, as by casting a ballot.Any modern government is chosen by voting in an election by choosing, among several candidates for rule. A vote is a formal expression of an individual's choice. Voting is the method by which the electorates directly make decisions and electorate appoints its representatives in the government. In modern states of today's world the every citizen of the country has to cast vote in the election, either for National Assembly, Provincial Assembly and B.D election. After the voting successful candidate obtaining highest No. of votes is elected. According to Islamic Law voting is a kind of oath. To lie under oath is also Haraam. The point of Shariah is presented in this article.

KEYWORDS*:* Islamic Perspective ,Voting, Election System, Democracy, Contemporary Thought.

كليدي الفاظ: اسلامی،نقطہ نظر،حق انتخاب،انتخابی نظام،جمہوری،معاصرانہ نظریات

تعارف:

عصر حاضر کو جمہوریت کا دور کہا جاتا ہے جس میں عوام الناس براہ راست یا بالواسطہ طور پر اپنے ملک کے سیاسی نظام کو

* ٹیچنگ اسسٹنٹ،ڈیپارٹمنٹ آف کامرس، گومل یونیورسٹی ڈیرہ اسماعیل خان برقی پتا:shahab_khatak@yahoo.com

** اسسنٹ پروفیسر، قائد عوام یونیورسٹی آف انجینیئرنگ،سائنس اینڈ ٹیکنالوجی نواب شاہ برقی پتا:bhuttosaifullah@hotmail.com

چلانے کے لئے اپنے نمائندے منتخب کرتے ہیں اور یہی منتخب شدہ نمائندے ہی کاروبار ریاست کو چلاتے ہیں۔ تاہم نمائندوں کا انتخاب عوام کی صوابدید پر ہوتا ہے۔ ریاست اپنے ہر شہری کو رائے شماری کا حق دیتی ہے اور توقع رکھتی ہے تمام ووٹرز اپنے اس حق کا عمدہ استعمال کرتے ہوئے بہترین نمائندوں کا انتخاب کریں۔

اسلامی نقطہ نظر سے بھی ہر فرد اپنے ہر اختیاری فعل میں جوابدہ ہے۔ جبکہ ووٹ کے معاملے میں ذمہ داری زیادہ اہم بن جاتی ہے۔ کیونکہ یہاں ملک وملت کا مفاد بھی شامل ہو جاتا ہے۔ اسلام زندگی کے ہر پہلو میں ہماری عملی رہنمائی کرتا ہے، چونکہ یہ ایک عصری مسئلہ ہے، تاہم اسکی نظیر خلافت اور بیعت کی صورت میں موجود ہے اور اسلام میں اس حوالے سے موجود اصولوں پر مسلم ماہرین فقہ نے امت کی رہنمائی کی ہے، ان کی آراء کا جائزہ پیش ہے۔

ووٹ کی شرعی حیثیت:

مولانا مفتی محمد شفیع رقم طراز ہیں کہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا ۚ وَ مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا [1]

جو کوئی سفارش کرے نیک بات میں اس کو بھی ملے گا اس میں سے ایک حصہ اور جو کوئی سفارش کرے بری بات میں اس پر بھی ملے ایک بوجھ اس میں سے۔

اس آیت مبارکہ کا خلاصہ بیان کرتے ہیں کہ جو شخص کسی شخص کے جائز حق اور جائز کام کے لیے جائز طریقہ پر سفارش کرے تو اس کو ثواب ملے گا، اور اسی طرح جو کسی ناجائز کام کے لیے یا ناجائز طریقہ پر سفارش کرے گا اس کو عذاب کا حصہ ملے گا۔[2]

اسی آیت کی روشنی میں انتخابات میں ووٹ ڈالنے کی شرعی حیثیت کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ووٹر کی ووٹ ڈالنے کی تین شرعی حیثیتیں ہیں۔ گواہی، سفارش، وکالت

گواہی: قومی وصوبائی اسمبلیوں یا کونسلوں وغیرہ کے انتخاب میں کسی امیدوار کو ووٹ دینا بھی ایک قسم کی گواہی ہے۔ جس میں ووٹ دہندہ کی طرف سے اس کی گواہی ہے کہ ہمارے نزدیک یہ شخص اپنی استعداد اور قابلیت کے اعتبار سے بھی اور دیانت وامانت کے اعتبار سے بھی قومی وصوبائی نمائندہ بننے کے قابل ہے۔

سفارش:

دوسری بڑی حیثیت یہ کہ مذکورہ بالا قرآنی آیت میں کہا گیا ہے کہ جو شخص اچھی اور سچی سفارش کرے گا تو جس کے حق میں سفارش کی ہے اس کے نیک عمل کا حصہ اس کو بھی ملے گا اور جو شخص بری سفارش کرتا ہے یعنی کسی نااہل اور

برے شخص کو ووٹ دے کر کامیاب بنانے کی کوشش کرتا ہے اس کو اس کے برے اعمال کا حصہ ملے گا۔ لہٰذا جو امیدوار کامیاب ہو کر اپنی کارکردگی کے پانچ (۵) سالہ دور میں غلط اور ناجائز کام کرے گا ان سب کا وبال ووٹ دینے والے کو پہنچے گا۔

وکالت:

اور ووٹر کی تیسری شرعی حیثیت وکالت کی ہے کہ ووٹ دینے والا اس امیدوار کو اپنی نمائندگی کے لیے وکیل بناتا ہے لیکن اگر یہ وکالت اس کے کسی شخصی حق کے متعلق ہوتی ہے اور اس کا نفع نقصان صرف اس کی ذات کو پہنچتا ہے تو اس کا یہ خود ذمہ دار ہوتا ہے مگر یہاں ایسا نہیں ہے کیونکہ یہ وکالت ایسے حقوق کے متعلق ہے جن میں اس کے ساتھ پوری قوم شریک ہے اس لیے اگر کسی نااہل کو اپنی نمائندگی کے لیے ووٹ دے کر کامیاب بنایا تو پوری قوم کے حقوق کو پامال کرنے کا گناہ بھی اس کی گردن پر ہوگا۔[۳]

لہٰذا ایک ووٹر اپنا ووٹ استعمال کرنے کے لیے ان تین حیثیتوں کو سمجھنے کے بعد اپنا حق رائے کسی امیدوار کے حق میں استعمال کر سکتا ہے مفتی محمد شفیع مزید اس کی وضاحت کرتے ہوئے اپنی تصنیف جواہر الفقہ میں چند مثالیں بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ:

ووٹ اور شہادت کے ذریعے جو نمائندہ کسی اسمبلی یا کونسل ہال میں جائے گا اور اس سلسلہ میں اس سے جتنے اچھے برے اقدامات ہونگے ان تمام اچھے برے کاموں کی ذمہ داری آپ پر ہی عائد ہوگی۔ اورآپ بھی اسی کے ساتھ ثواب وعذاب میں برابر کے شریک ہونگے۔ سچی شہادت کو چھپانا قرآن کی رو سے حرام ہے۔ اس لیے آپ کے حلقہ انتخاب میں اگر کوئی صحیح نظریہ کا حامل و دیانت دار نمائندہ لڑ رہا ہے تو اس کو ووٹ دینے میں کوتاہی کرنا گناہ ہے، ووٹ کو رقم کے معاوضہ میں دینا بدترین قسم کی رشوت ہے اور چند نوٹوں کی خاطر اسلام اور ملک سے بغاوت ہے۔ اس بارے میں حدیث نبویؐ کا مفہوم ہے کہ وہ شخص سب سے زیادہ خسارے میں ہے جو دوسروں کی دنیا کے لیے اپنے دین کو کھو بیٹھے۔ جو امیدوار اسلامی نظام کے خلاف کوئی عقیدہ رکھتا ہے تو ایسے شخص کو ووٹ دینا جھوٹی گواہی اور گناہ ہے۔[۴]

انتخابات میں ووٹ ڈالنے کے شرعی حکم کے متعلق علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

جو شخص علم و عمل کے اعتبار سے نااہل ہو اس کو ووٹ دینا ہمارے نزدیک بھی ناجائز اور گناہ ہے لیکن اس کی وجہ یہ نہیں کہ ووٹ کسی حق میں شہادت ہے یا وکالت ہے یا شفاعت ہے۔

شہادت میں کسی دیکھے ہوئے یا سنے ہوئے واقعہ کی لفظ شہادت کے ساتھ خبر دی جاتی ہے اور ووٹ دینے کا معاملہ اس طرح نہیں ہے شفاعت اس لیے نہیں ہے کہ شفاعت میں کسی تیسرے شخص کے پاس کسی منصب کے لئے سفارش کی جاتی ہے اور اس تیسرے شخص کے اختیار میں یہ معاملہ ہوتا ہے کہ خواہ اس شفاعت کو قبول کرے خواہ رد کر دے۔ جبکہ ووٹ کی حیثیت اس طرح نہیں ہے جس نمائندے کے لئے ووٹ ڈالے گئے ہیں اور اس کے ووٹ اپنے مقابل سے زیادہ ہوں تو وہ اسمبلی کا ممبر بن جائے گا اس میں کسی کے قبول کرنے یا نہ کرنے کا کوئی معاملہ نہیں ہے اس طرح ووٹ وکالت بھی نہیں ہے کیونکہ وکالت میں موکل کسی شخص کو وکیل بنانے کے بعد اس کو معزول کر سکتا ہے۔ جبکہ ووٹر کسی امیدوار کو ووٹ ڈالنے کے بعد اپنے ووٹ کو کینسل نہیں کر سکتا اور نہ ہی منتخب ہونے کے بعد اس امیدوار کو معزول کر سکتا ہے۔ اگر کوئی شخص کسی تعلق یا لالچ یا دباؤ کی وجہ سے کسی نااہل شخص کو ووٹ ڈال رہا ہے تو اس کے عمل کے ناجائز ہونے کی صاف اور سیدھی وجہ یہ ہے کہ وہ ایک منصب کیلئے نااہل شخص کو مقرر کرنے کی کوشش کر رہا ہے اور اسلام میں کسی نااہل کو منصب دینے سے منع کیا گیا ہے۔[۵]

علامہ سعیدی اس ضمن میں امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ (م: ۲۵۶ھ) کی روایت کرتے نقل کرتے ہیں کہ
قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا ضيعت الامانة فانتظر الساعة قال كيف اضاعتها يا رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اذا اسند الامر الى غير اهله فانتظر الساعة۔[۶]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امانت ضائع ہو جائے تو قیامت کا انتظار کرو۔ پوچھا کہ اس کا ضائع ہونا کس طرح یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے فرمایا جب کام نااہل کے سپرد کیا جائے تو قیامت کا انتظار کرو۔
تو معلوم ہوا کہ جو کسی ایسے شخص کو قومی یا صوبائی اسمبلی کے لیے ووٹ دیتا ہے جو دینی و دنیاوی علوم سے قاصر ہو اور اس کا بے دین اور بدکردار ہونا بالکل واضح ہو تو وہ اس نمائندگی کے لیے نااہل شخص کو منتخب کر رہا ہے اور نااہل کو منصب کے لیے منتخب کرنا مذکورہ حدیث کے مطابق قیامت آجانے کے مترادف ہے۔

اس طرح ایک اور حدیث بیان کرتے ہیں۔
من استعمل رجلاً من عصابة و فيهم من هو ارضى‌الله منه فقد خان الله و رسوله والمؤمنين[۷]

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس آدمی نے کسی شخص کو مسلمانوں کا عامل بنایا حالانکہ وہ جانتا تھا کہ اس سے بہتر شخص موجود ہے جو کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا زیادہ جاننے والا ہے تو اس آدمی نے اللہ تعالیٰ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام مسلمانوں سے خیانت کی۔

توان احادیث مبارکہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ جو شخص پیسوں کے لالچ اور برادری کے تعلق یا کسی بااثر آدمی کے دباؤ کی وجہ سے نااہل شخص کو ووٹ دینا ظلم ہے، کیونکہ ظلم کا معنی یہ ہے کہ کسی چیز کو اس کے غیر محل میں رکھنا اور ظالموں پر اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے اور ظلم کرنا گناہ کبیرہ ہے۔

جب کوئی بدکردار اور فاسق و فاجر یا بدمذہب شخص اسمبلی میں پہنچے گا اور اس کو قانون سازی کا اختیار ملے تو یہ ممکن ہے کہ وہ خلاف شرع قانون بنائے یا اس کے حق میں ووٹ دے۔ اس لیے نااہل شخص کو ووٹ دینا بالکل ناجائز ہے یہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے ساتھ خیانت ہے ظلم ہے۔ اور خلاف شرع قانون بنانے کا ذریعہ ہے۔

علامہ سعیدی موجودہ طریقہ انتخاب پر تنقید کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ ہمارے ملک میں طریق انتخاب کی یہ بہت بڑی خامی ہے کہ قومی یا صوبائی اسمبلی کی نشست کے لئے ہر امیدوار از خود کھڑا ہوتا ہے حالانکہ اسلام میں از خود عہدہ کی طلب کرنا منع ہے۔[۸]

اس ضمن میں امام مسلم بن حجاج قشیری (متوفی: ۲۶۱ھ) روایت کرتے ہیں کہ

عن ابی موسیٰ اشعری قال دخلت علی النبی انا و رجلان من نبیﷺ، عمی فقال احد رجلین یا رسول اللہ امرنا علی بعض ماولاک اللہ عزو جل وقال الاخر مثل ذالک انا واللہ لا نولی علی ھذا العمل احد سالہ ولا احد حرص علیہ۔[۹]

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ بیان کرتے ہیں کہ میں اور میرے دو عم زاد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ نے جن چیزوں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ولایت دی ہے ان میں سے بعض پر ہمیں امیر بنا دیں دوسرے نے بھی اس طرح کہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بخدا ہم نہ اس شخص کو کسی منصب پر امیر بنائیں گے جو اس کا سوال کرے اور نہ اس کو جو اس کی حرص کرے گا۔

اس حدیث کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ طالب منصب کو منصب نہ دینے میں یہ حکمت ہے کہ طالب منصب کے ساتھ اللہ کی توفیق اور تائید شامل نہیں ہوتی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ منصب کو طلب کرنا جائز ہے۔ کیونکہ حضرت یوسف علیہ سلام نے بادشاہ مصر سے اپنے لیے حکومت کے عہدے کو طلب کیا تھا اور وہ یہ دلیل دیتے ہیں کہ قرآن مجید میں ہے

قَالَ اجْعَلْنِيْ عَلٰى خَزَآىِٕنِ الْاَرْضِ ۚ اِنِّيْ حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ ۝[۱۰]

حضرت یوسفؑ نے (عزیز مصر) سے کہا ملک کے خزانے میرے سپرد کر دیں میں حفاظت کرنے والا بھی ہوں اور علم بھی رکھتا ہوں۔

یہ دلیل اس لیے صحیح نہیں کہ یہ شریعت سابقہ ہے اور شریعت سابقہ کے جو احکام ہماری شریعت کے خلاف ہوں وہ ہم پر حجت نہیں رکھتے، ہمارے لیے یہ حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بخدا: ہم اس شخص کو عامل نہیں بنائیں گے جو اس کو طلب کرے گا اور نہ اس شخص کو عادل بنائیں گے جو اس کی حرص کرے گا۔ دوسری بات یہ ہے کہ حضرت یوسفؑ نبی تھے اور نبی کا تقویٰ قطعی اور یقینی ہوتا ہے اور نبی کو وحی کی تائید حاصل ہوتی ہے اور وہ اپنے افعال کے متعلق اللہ کی رضا سے مطلع رہتے ہیں جبکہ عام آدمی کا تقویٰ قطعی اور یقینی نہیں ہوتا اور غیر قطعی کو قطعی پر قیاس کرنا درست نہیں ہے۔ اور یہ کہ حضرت یوسف علیہ سلام کا عہدہ طلب کرنا اللہ تعالیٰ کی اجازت سے تھا جو ان کو وحی سے حاصل ہوئی تھی اور عام آدمیوں کے حق میں مقصود نہیں ہے۔ اور بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ جب کوئی منصب کا اہل نہ ہو تو جو شخص اہل ہو اس کا محض خدمت کے لیے منصب کو طلب کرنا ضرورت کی بناء پر جائز ہے۔ اس قاعدہ کی حیثیت سے انکار نہیں لیکن جو چیز ضرورت کی بناء پر جائز کی گئی ہو اس کو صرف ضرورت کی حد تک محدود رکھنا صحیح ہے اس کو عام رواج اور معمول بنالینا صحیح نہیں۔ مثلاً جب کوئی حلال چیز کھانے کے لیے دستیاب نہ ہو تو ضرورت کی بناء پر شراب اور خنزیر کی حرمت ساقط ہو جاتی ہے لیکن اگر کوئی شخص ضرورت کا حوالہ سے خنزیر اور شراب کو استعمال کرنے کا معمول بنالے تو یہ صحیح نہیں ہے۔ اور علامہ سعیدی مزید بیان کرتے ہیں کہ موجودہ دور میں انتخاب کے موقع پر ہر حلقہ انتخاب سے بکثرت امیدوار ازخود کھڑے ہوتے ہیں اور زر کثیر رقم خرچ کرتے ہیں اور مخالف امیدوار کی کردار کشی کرتے ہوئے اور اس سلسلہ میں غیبت، افتراء اور اپنے لیے رائے عامہ ہموار کرنے میں تہمت کی تمام حدوں کو پھلانگ جاتے ہیں اور یہ طریقہ اسلام میں بالکل ناجائز ہے اور ہر امیدوار کے متعلق یہ کہنا کہ یہ ضرورت کی بناء پر کھڑا ہے اور بدایۃ باطل ہے کیونکہ ہر حلقہ انتخاب سے بکثرت امیدوار کھڑے ہوتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک کے بارے میں یہ کہنا صحیح نہیں ہے۔ چونکہ اہل امیدوار نہیں ہوتا اور یہ سب کھڑے ہو جاتے ہیں۔ جو سراسر غلط ہے بہر حال اسلامی ملک میں یہ انتخاب اور ان کا طریقہ کار درست نہیں ہے اور جو امیدوار اس انتخابی عمل میں کھڑے ہوتے ہیں ان سب کے لیے علم اور تجربے کی کوئی شرط نہیں ہوتی۔ اور ہر فاسق، فاجر، جاہل اور ناتجربہ کار شخص خواہ وہ مرد ہو یا عورت انتخاب کے لیے کھڑے ہو جاتے ہیں اور پیسہ اور اثر رسوخ کے زور پر وہ اسمبلی پہنچ جاتے ہیں۔ صدر مملکت، وزیر اعظم اور وزیر اعلیٰ یا کسی بھی محکمہ کا وزیر بن جاتا ہے اور

وہ دینی علمی تجربہ اور اچھے کردار کے بغیر بھی اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کو مسترد کر دیتا ہے۔ بہر حال ووٹر کو چاہیے کہ وہ اپنا حق رائے استعمال کرتے وقت پوری طرح سوچ کر فیصلہ کرے۔"

دیگر علماء کرام کی آراء

مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی (متوفی:۱۳۷۲ھ) بیان کرتے ہیں کہ

مسلم عورتوں کو ووٹ دینا یا مسلم عورتوں کا اسمبلی کونسل، میونسپلٹی کے لیے کسی بھی امیدوار کو ووٹ دینا تو منع نہیں ہے۔ لیکن ووٹ دیتے وقت شرعی پردہ کا لحاظ رکھنا ضروری ہے اور عورتوں کا بطور امیدوار کھڑا ہونا ان کے لیے اچھا نہیں ہے کیونکہ اس میں ضروریات شرعیہ کی رعایت کے ساتھ کونسل یا اسمبلی کی شرکت عورتوں کے لیے مشکل ہے۔ لہٰذا عورت کا الیکشن لڑنا منع ہے "[۱۲]

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی فرماتے ہیں کہ:

ووٹ کی حیثیت سیاسی بیعت کی بھی ہے کہ وہ ووٹ کے ذریعے متعلقہ امیدوار کو وکیل بناتا ہے کہ وہ اس کی طرف سے سربراہ مملکت کا انتخاب کرے۔ بیعت کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ ہاتھ ہی سے بیعت کی جائے کیونکہ حضرت عبد اللہ بن عمر (متوفی:۷۴ھ) نے عبد الملک بن مروان (متوفی:۸۶ھ) سے بذریعہ مراسلت بیعت کی ہے، ابن عمرؓ نے اس روایت میں اپنی طرف سے سمع وطاعت کا اقرار کرنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ میرے بچوں نے بھی اس کا اقرار کیا ہے، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ بات کافی ہے کہ امیر کسی کو بیعت کے لئے وکیل بنائے یا بیعت کرنے والا کسی کو بطور وکیل بھیجے کہ وہ اس کی طرف سے اظہار وفاداری کرے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ عبادہ بن صامت کو اپنی طرف سے بیعت لینے کا حکم فرمایا۔ تو معلوم ہوا کہ اپنے حق رائے دہی کے استعمال کی حیثیت بڑی نازک اور اہم ہے، ایک شخص کو غیر مفید سمجھنے کے باوجود اس کو ووٹ دینا غلط گواہی، جھوٹا مشورہ اور غلط سفارش ہے۔ لہٰذا ووٹ دیتے وقت اپنے نمائندہ کا صحیح انتخاب کرے۔"[۱۳]

مولانا محمد یوسف لدھیانوی (متوفی:۲۰۰۰ء) بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ

آج کل کی سیاست کے ضمن میں پسندیدہ لیڈروں کی جو بے جاء تعریف کی جاتی ہے کہ ہر آدمی اپنے لیڈر کی ایسی تعریف کرتا ہے لیکن اس میں وہ خوبی نہیں پائی جاتی لہذا ایسی چیز کی تعریف کرنا جو شرعاً مستحق نہ ہو جائز نہیں اور مخالف لیڈر کے ذاتی عیوب، نقائص کو بیان کرنا یہ بھی غیبت ہے البتہ اگر اس کی کوئی پالیسی یا بیان ملک وملت کے مفاد کے خلاف ہو تو اس پر تنقید جائز ہے۔ مولانا آگے مروجہ طریقہ انتخاب کو نظر انداز کرتے ہوئے رقم کرتے ہیں کہ الیکشن جیتنے کے لیے جو کچھ کیا جاتا ہے وہ اول سے آخر تک غلط ہے۔ ہر حلقے میں ۱۰ امیدوار کھڑے ہو جانا اور ایک

دوسرے پر لعن طعن کرنا ہلڑ بازی کرنا، ہنگامہ آرائی، لڑائی جھگڑا کرنا مار پٹائی اور اس دوران کئی افراد کی جانیں ضائع ہو جاتی ہیں لہٰذا ایسا طریقہ کار سراسر غلط ہے۔ اس کے لیے انتہائی مناسب اقدام کر کے بہتر نظام مرتب کیا جائے۔[۱۴]
مجموعہ الفتاویٰ میں مفتی مہربان علماء کی جانب سے دی گئی رائے کو بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ رشتہ داری کی بناء پر ووٹ دینے کے حکم کے بارے میں یہ رائے ہے کہ اہل اور حقدار کے بجائے رشتہ داری اور برادری کی وجہ سے کسی امیدوار کو ووٹ دینا عصبیت اور جاہلیت کے مترادف ہے اس سے پورا نظام بگڑ سکتا ہے۔[۱۵]

نتیجۃ البحث:

ان تمام مسائل واحکام سے اتفاق کرتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ ووٹ ایک شرعی امانت ہے اور اس امانت کا حق صحیح طور پر ادا کرنا چاہیے موجودہ حالات میں انتخاب کا جو طریق کار ہے وہ سب کے سامنے ہے چاہے وہ اسمبلیوں کا ووٹ ہو یا کونسل کا، ان انتخابات میں بہت سے امیدوار میدان میں کود پڑتے ہیں چاہے وہ جاگیر دار ہوں، وڈیرے ہوں یا نواب ان سب کے پاس بے پناہ دولت ہوتی ہے اور وہ اسی دولت کے بل بوتے پر انتخابات میں حصہ لیتے ہیں ان میں سے کوئی یہ نہیں سوچتا کہ آیا وہ واقعی قوم وملت کے لئے مخلص بھی ہے، وہ تو صرف اپنے ذاتی مفادات اور اپنی دولت کو مزید بڑھانے کی خاطر انتخابی مہم میں لاکھوں روپیہ لگا دیتے ہیں اور اپنے مخالف امیدوار کے خلاف خوب غلط پروپیگنڈا کرتے ہیں، بلکہ جانبین سے ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی خاطر سادہ لوح عوام کے سامنے جھوٹے دعوے کرتے ہیں اور سبز باغ دکھاتے ہیں۔۔ لہٰذا ہمارا یہ فرض بنتا ہے کہ ہم اپنے ووٹ کا حق صحیح طور پر استعمال کریں اور اچھے آدمیوں کا انتخاب کریں تاکہ وہ اسلام، ملک وملت کی احسن طریقے سے خدمات سرانجام دے سکیں۔

مراجع وحواشی

[۱] : القرآن، النساء:۸۵

[۲] : شفیع، مفتی، محمد، مولانا، (ت:۱۹۷۶ء) تفسیر معارف القرآن، ج سوم، ص ۷۱، ادارۃ المعارف، کراچی، ۱۹۸۲ء

[۳] : ایضاً، ج سوم، ص ۷۱۔ ۷۲۔

[۴] : شفیع، مفتی، محمد، مولانا، جواہر الفقہ، ج دوم، ص ۳۰۱، مکتبہ دار العلوم، کراچی، ۲۰۰۴ء

[۵] : سعیدی، غلام رسول علامہ، تفسیر تبیان القرآن، ج سوم، ص ۱۲۱، فرید بک سٹال، لاہور، ۲۰۰۰ء

[۶] : بخاری، محمد بن اسماعیل، ابو عبد اللہ، امام (ت:۲۵۶ھ) صحیح بخاری (کتاب الرقاق، باب رفع الامانۃ) رقم لحدیث ۲۴۹۶

[۷] : علی المتقی، علاؤالدین، بن حسام الدین، علامہ الھندی (ت:۹۷۵ھ) کنز الاعمال فی سنن الاقوال والافعال، ج ۳، ص ۱۱ (رقم الحدیث:۱۴۶۸۳) نشر السنہ
بیرون بوہڑ گیٹ ملتان، س۔ن

[۸] : سعیدی، غلام رسول، علامہ، تفسیر تبیان القرآن، ج سوم، ص ۱۲۳، فرید بک سٹال، لاہور، ۲۰۰۰ء

[۹] : مسلم بن حجاج، نیشاپوری (ت:۲۶۱ھ) صحیح مسلم (کتاب الامارہ، باب النھی عن طلب الامارہ والحرص علیھا
رقم الحدیث ۴۷۱۷

[۱۰] : القرآن یوسف:۵۵

[۱۱] : سعیدی، غلام رسول، علامہ، تفسیر تبیان القرآن، ج سوم، ص ۱۲۳۔

[۱۲] : کفایت اللہ، مفتی مولانا (ت:۱۳۷۲ھ) کفایت المفتی، ج ۹، ص ۳۷۱، مکتبہ امدادیہ، ملتان (س۔ن)

[۱۳] : رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، جدید فقہی مسائل، ج اول، ص ۲۶۶، بک لینڈ، لاہور، ۱۴۰۴ھ

[۱۴] : لدھیانوی، محمد یوسف، مولانا (ت:۲۰۰۰ء) آپ کے مسائل اور ان کا حل، ج ۸، ص ۱۹۹۔ ۲۰۰، مکتبہ لدھیانوی، کراچی، ۱۹۹۹ء

[۱۵] : مہربان علی، مفتی، مولانا (مرتب) جامع الفتاویٰ ج ۴، ص ۱۰۱، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان، ۱۴۲۹ھ